وُقعت

صدف آصف

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام

وقعت

صدف آصف

ساتوں آسمان سر پر گرنے کا محاورہ اسے آج سمجھ میں آیا تھا۔ جس کی آنکھوں میں بچپن سے ایک سپنا پلا ہوا چانک اسے نوچ لیے جانے کے کرب پر وہ تڑپ اٹھا۔

''اسوہ پلیز...... کچھ تو سوچو یہ بڑا ظلم ہے۔'' افق کا زرد چہرہ دیکھ کر اس کا دل دھڑکا۔

''افق......!'' اس کے منہ سے ایک دم نکلا۔

''اسوہ'' وہ زخمی نگاہوں سے تکتے ہوئے بلبلا اٹھا۔

''اب میری مصیبتوں کو اور نہ بڑھاؤ۔ میں ممی کے فیصلے کے خلاف نہیں جاسکتی۔'' وہ اس بار بے بس ہو کر رو دی۔ افق محمود تڑپ کر رہ گیا۔

''اسوہ! بھلا کوئی اپنی زندگی کے بغیر بھی رہ سکتا ہے۔ میں یہ جدائی سہہ نہیں پاؤں گا۔'' وہ اب درخواست کرنے لگا۔

''اس خیال کو دل سے نکال دو۔ ممی نے وقاص احمد

کے ساتھ میری بات طے کردی ہے۔ اب ہمارا ساتھ ممکن نہیں...... اس حقیقت کو مان لینے میں ہی ہم دونوں کی بھلائی ہے۔'' اسوہ نے بھیگی آنکھوں کو پونچھتے ہوئے مضبوط لہجے میں کہا۔

''یہ مامی کی بے جا ضد ہے۔ وہ اپنی ذاتی چپقلش پر ہم دونوں کی زندگی خراب کرنا چاہتی ہیں۔'' اس کی آنکھوں سے بہتا درد اسوہ کے آس پاس پھیلنے لگا۔

''گزری باتوں کو چھوڑ دو۔ ممی نے ان لوگوں کو شادی کی تاریخ بھی دے دی ہے۔'' اسوہ نے کہا اور منہ پر ہاتھ رکھ کر سسکی لی۔

''تم ایک بار ہمت تو دکھاؤ۔ میں اسد ماموں کو منا کر دم لوں گا۔ آخر یہ ہم دونوں کی زندگی کا معاملہ ہے، اس کا فیصلہ وہ اکیلے کیسے کرسکتی ہیں۔ یہ تو سراسر زیادتی ہوگی۔'' اب وہ غصہ ہونے لگا۔ اسوہ سے اس کا دیوانہ پن جھیلا نہیں گیا۔

''افق...... ہوش میں آؤ۔ وہ کوئی اور نہیں میری ماں ہیں۔ تم پر نہیں مگر وہ مجھ پر اپنا مکمل حق رکھتی ہیں۔ بس اب مجھے کوئی دوسری بات نہیں سننی۔'' وہ اپنا پرس اٹھا کر تیز قدموں سے باہر کی جانب چل دی۔

''اسوہ سنو!'' افق پیچھے سے پکارتا رہ گیا مگر اس کی صدا رائگاں گئی۔ وہ چلی گئی۔ اس نے ہاتھوں کی لکیروں میں اپنی قسمت کو تلاشا، دل کا درد انتہاؤں تک جا پہنچا، اسوہ نے جدا ہونے کا فیصلہ کرکے، اسے خود کی نظروں میں بھی بے وقعت کرکے رکھ دیا۔

☆☆☆

کارڈ چھپنے چلے گئے شادی کی تاریخ سر پر آگئی، اسوہ کا دل بجھنے لگا مگر وہ مجبور تھی، افق کو بے انتہا چاہنے کے باوجود وہ اپنی ماں کا مان نہیں توڑ سکتی تھی۔ اس کی ممی تاجور بانو کو شروع سے اپنی نند فریدہ سے پتا نہیں کیا مسئلہ تھا، ان کی اچھی بات پر بھی وہ برا مان جاتیں، کچھ لوگ ایسے بھی ہوتے ہیں جو کسی بھی سسرالی رشتے سے بلاوجہ کا بیر باندھ کر تاعمر بڑی ڈھٹائی سے اپنی سوچ پر قائم رہتے ہیں۔ تاجور کا بھی یہ ہی حال رہا، دراصل ان کی ساس مرحومہ نے مرتے وقت یہ بڑا سا گھر جس میں اسد اللہ اپنی فیملی کے ساتھ رہائش پزیر تھے بیٹے کے نام کردیا اور ترکے میں اپنا سارا زیور بیٹی کو دے دیا موٹے، موٹے خالص سونے کے بنے بھاری سیٹ پر ان کی بہو کی شروع سے نگاہ تھی مگر فضیلت کے فیصلے سے تاجور کو یوں لگا جیسے ''دل کے ارماں آنسوؤں میں بہہ گئے۔''

فریدہ کو بھابی کی مطلب پرستی سے بہت دکھ پہنچا، تاجور نے اس بات پر تو کوئی اعتراض نہیں اٹھایا کہ گھر میں فری کو حصہ کیوں نہیں دیا گیا مگر اس بات پر مہینوں سوگ منایا کہ اتنے بھاری، بھاری تین سیٹ صرف بیٹی کو کیوں دیے گئے، پوتیوں کا بھی اس میں حق بنتا تھا۔ فضیلت بیگم نے یہ فیصلہ کرکے دور اندیشی کا ثبوت دیا تھا کہ اگر مکان بیچ کر اس میں سے بیٹی کا حصہ دیا جاتا تو مہنگائی کے اس دور میں اسد اللہ میں اتنی سکت کہاں تھی کہ اتنا عالیشان گھر دوبارہ بنا پاتے، اسی لیے انہوں نے بیٹی کو حصے کے طور پر زیور دے دیے، جو فریدہ کا شرعی حق بنتا تھا۔

''اماں کو رکھا ہم نے...... آخری وقت میں ساری خدمت یہاں سے لی اور سارا زیور لپیٹ کر فری کو دے دیا۔ اگر ایک سیٹ بہو کو بھی دے جاتیں تو کیا تھا۔ مگر بھیا بیٹی تو بیٹی ہی ہوتی ہے ناں!'' وہ خاندان بھر میں اس قسم کی باتوں کا ڈھنڈورا پیٹتی رہیں، باتیں ضرب، تقسیم ہوکر فریدہ کے کانوں تک بھی جا پہنچتیں۔ اگر وہ اپنی صفائی دیتی تو سامنے والا آگ لگانے والے انداز میں بات تاجور کے سامنے بیان کرتا۔ اس وجہ سے دلوں کے بیچ فاصلے دھیرے، دھیرے بڑھتے چلے گئے۔ فریدہ دل کی بہت اچھی تھی مگر تاجور کے رویے سے کافی محتاط رہنے لگیں۔ بھائی کے گھر بھی خاص، خاص موقع پر ہی جاتی، حالانکہ اسد اللہ نے ہمیشہ چھوٹی بہن کو اولاد سے بڑھ کر چاہا مگر تاجور نے بہن، بھائی کے بیچ، اجنبیت کی ایسی دیوار کھڑی کردی، جس کا گرانا مشکل ہوگیا۔

خاندانی چپقلش سے پیچھا چھڑانے کے لیے اسد اللہ نے فرار کی بہترین راہ ڈھونڈ نکالی۔ وہ نہ بیوی کے معاملے میں بولتے نہ ہی بہن کو کچھ کہتے، بس اپنے کام دھندے

میں مصروف رہتے یا شام کو فراغت کے لمحات میں مرزا صاحب کی سنگت میں شطرنج کی بساط بچھا کر بیٹھ جاتے۔

☆☆☆

افق، اسوہ کو بہت شدت سے چاہتا تھا، وہ اس سے شادی کرنے کا خواہشمند تھا۔ ماں پر زور بھی دیا کہ وہ ماموں کے پاس اسوہ کا ہاتھ مانگنے جائیں، فری کو بیٹے کی پسند پر کوئی اعتراض نہیں تھا، اسوہ اپنی دادی فضیلت بیگم کی کاپی تھی، گوری رنگت، خوب صورت آنکھیں، کھڑے نقوش، لمبے گھنے کالے بال اور پُرکشش سراپا...... فریدہ کو شروع سے اپنی اس بھتیجی سے خاص انسیت تھی مگر تاجور کی فطرت کو پہچانتے ہوئے وہ صحیح وقت کی تلاش میں تھیں، جانتی تھیں کہ بھاوج کو تو انکار کا بہانہ چاہیے۔ فریدہ نے افق کو جلد از جلد اپنے پیروں پر کھڑا ہونے کے لیے کہا تا کہ وہ بھائی سے اسوہ کا ہاتھ مانگ سکیں، فری اس جانب سے اٹھنے والے سارے اعتراضات کا منہ توڑ جواب تیار رکھنے میں لگی رہیں اور بات ان کے ہاتھ سے نکل گئی۔

تاجور، ان کی سوچ سے بھی آگے کی دنیا دیکھ رہی تھیں، دوررس نگاہوں نے بیٹی کے چہرے پر افق کو دیکھتے ہی...... اترنے والے محبت کے رنگوں کو پہچان لیا، یہ ان کے لیے ناقابلِ برداشت بات تھی۔

خواب دیکھنے کی پکی عمر اُن پر بھی آئی تھی۔ اسوہ کا اپنی پھپھو کے گھر جانے کے لیے بے چین رہنا...... بہانے، بہانے سے افق سے فون پر لمبی باتیں کرنا۔ باپ کے سامنے ہر وقت پھپھو کی تعریفیں کرنا۔ وہ چوکنا ہو گئیں۔

تاجور کی روک ٹوک کے باوجود وہ اکثر کالج سے سیدھے پھپھو کے گھر چلی جاتی اور ماں کو وہاں سے فون کر کے بتاتی تو وہ تن فن کرتی رہ جاتیں۔

تاجور کو بیٹی کے رنگ ڈھنگ نے ہولا دیا، انہوں نے اسی لیے اسوہ کے لیے آنے والے رشتوں پر سنجیدگی سے غور کرنا شروع کر دیا۔ وقاص کا رشتہ مرزا صاحب کے جاننے والوں کے توسط سے آیا، وہ وقاص کے شاندار فیملی بیک گراؤنڈ سے بری طرح سے متاثر ہو گئیں۔ لڑکا ان کے معیار پر پورا اترتا تھا۔ یوں جھٹ پٹ وقاص کے گھر والوں کو ہاں کر دی گئی۔ اسوہ ماں کی جلد بازی پر روتی رہ گئی مگر تاجور نے اس معاملے میں اس کی ایک نہ سنی۔

اُدھر فری، اسوہ کا رشتہ مانگنے کا پلان ہی بناتی رہ گئیں اور ان کے بھائی، بیوی کے ساتھ منگنی کی مٹھائی لے کر ان کے یہاں بھی پہنچ گئے۔ وہ بھائی کے یوں غیریت برتنے پر منہ دیکھتی رہ گئیں، افق البتہ اپنی اس بے وقعتی پر غصے میں بائیک اٹھا کر گھر سے باہر نکل گیا۔

☆☆☆

''افق مجھے کچھ کہنا ہے......!'' اسوہ نے مدھر آواز میں پکارا۔ وہ آنکھوں پر ہاتھ رکھے لیٹا تھا۔

''تم یہاں۔'' اسوہ کو اپنے کمرے میں پا کر اس کے دل کی حالت عجب ہونے لگی۔ وہ ایک دم اٹھ کر بیٹھ گیا۔

اسوہ کالج کے سفید یونیفارم میں سرسوں کا زرد پھول بنی ہوئی تھی۔ افق کو ایسا لگا جیسے وہ ایک خواب کی کیفیت میں ہو...... اس کا سوگوار چہرہ، زرد پڑتی رنگت، متورم آنکھیں جن کے گرد سیاہ حلقے پڑ گئے تھے۔ افق نے دکھ سے اپنی زندگی کو دیکھا، جو چند روز قبل تک کھلا گلاب لگتی تھی۔

''ہاں بولو...... کیا اب بھی کچھ رہ گیا ہے؟'' اس نے استہزائیہ انداز میں پوچھا۔

''پلیز...... افق!'' اس کا چہرہ مزید اتر گیا۔

''کیا میرے برباد ہونے کا تماشا دیکھنے آئی ہو؟'' تاک کر ایک اور وار کیا۔

''ایسے لہجے میں مجھ سے بات نہ کرو۔ میری مجبوری کو سمجھو!'' اس کی آنکھوں سے شفاف موتیوں کی لڑی گرنے لگی۔

''سب کی مجبوریوں کو میں ہی دیکھوں، کوئی میری حالت پر بھی تو ترس کھائے۔'' وہ جلبلا اٹھا۔

''تم کتنے بے درد ہو گئے ہو۔ میرے ساتھ ایسا نہ کرو۔'' وہ اذیت سے چیخ پڑی، افق کو کیا خبر کہ وہ اضطراب کی کن کڑی منزلوں کو طے کر کے آخری بار اس سے ملنے آئی تھی، چند سنہری پل اپنی یادداشت میں محفوظ کرنا چاہتی تھی۔

''مجھے معاف کر دو، میں اپنے والدین کا دل توڑ کر

خوشیاں حاصل کرنے کا جرم نہیں کرسکتی۔'' وہ ایک دم اس کا ہاتھ تھام کر رو دی۔ جان سے عزیز ہستی کی آنکھوں میں آنسو دیکھنا، محبت کرنے والے کے بس کی بات نہیں ہوتی اس کا دل ڈوبنے لگا۔

''اُف، میں کس موڑ پر آگیا ہوں۔ جہاں آگے بڑھنا ممکن نہیں اور پیچھے ہٹنے پر دل آمادہ نہیں''۔ افق نے بال نوچ لیے۔ زبان ایک دم بند ہوگئی، اس کی سرخ آنکھوں سے ضبط کے باوجود ایک قطرہ زمین پر گرا اور کھو گیا۔

وہ اسوہ کی مجبوری سمجھتا تھا...... مگر جسم سے جاں نکلنے کی اذیت اس سے سہی نہیں جارہی تھی۔ اتنی تکلیف میں ہونے کے باوجود اسوہ کو یوں بچوں کی طرح سوں، سوں کرکے روتا دیکھ ٹشو سے اس کی چھوٹی سی ناک پونچھنے لگا۔ اسوہ کے ہونٹوں پر ایک درد بھری مسکراہٹ ابھر آئی۔ وہ بھی زبردستی مسکرادیا۔

☆☆☆

گلابی ،شیفون پر باٹل گرین بنارسی بیچ ورک اور نفیس کام والا ایک نامور ڈیزائنر کے یہاں سے تیار کردہ عروسی لباس نگاہوں کو خیرہ کررہا تھا۔ تاجور نے فخر سے ساری بری بڑے ہال میں سجادی، سسرال سے آیا ہوا قیمتی سامان اس کے سامنے پھیلا ہوا تھا پھر بھی دل میں کوئی امنگ یا خوشی کا کوئی احساس نہ جاگا۔

''واؤ اسوہ! ساری چیزیں بہت زبردست ہیں۔'' ساری کزنز نے سسرال سے آئی ہوئی بری دیکھنے کے بعد اسے مبارک باد دینا شروع کردی۔

''اُف سینڈل تو دیکھو کتنی آفت ہے۔'' سنہری نگوں سے جڑی خوب صورت ہائی ہیل ہاتھ میں لے کر سونیا چیخی۔

''مجھے تو لگتا ہے، ساری شاپنگ وقاص بھائی نے بہت دل لگا کر خود کی ہے، ایک، ایک چیز اپنی قیمت بتارہی ہے۔'' بڑی خالہ کی عینی نے ابٹن کی زردی میں لپٹی اسوہ کو ٹھوکا مار کر چھیڑا۔ اس سے مسکرایا بھی نہیں گیا۔

''پتا ہے آپی کی ساس نے اتنا خوب صورت سونے کا بڑا بھاری سیٹ چڑھایا ہے۔'' اس کی چھوٹی بہن حسنہ کے لہجے میں اتراہٹ سمٹ آئی۔

محفل میں موجود رشتے دار خواتین تاجور کی دور اندیشی پر واہ، واہ کرنے لگیں، جنہوں نے ایسے دل والے لوگوں میں رشتہ جوڑا۔ ساری کزنز بھی اسوہ کی خوش قسمتی کو دل ہی دل میں سراہتے ہوئے، اپنے لیے بھی ایسے ہی بر کی دعا مانگ رہی تھیں۔

اسوہ کی نگاہیں اچانک فری پھپو کے چہرے پر جا ٹکیں، جہاں اپنی سب سے قیمتی چیز کھونے کا ملال طاری تھا۔ افق کی یاد نے جیسے یک دم اسے جکڑ لیا۔ وہ ایک دم بے چینی محسوس کرنے لگی۔ اس ماحول میں دم گھٹنے لگا، وہ سر تھام کر بیٹھ گئی۔ فری پھپو تو دو دن قبل یہاں آکر رک گئی تھیں مگر افق ایک دو گھنٹے کے لیے مہمانوں کی طرح آتا اور تقریب میں شرکت کرکے چلا جاتا۔

اسوہ سارے شور ہنگاموں سے بیزار ہوکر دھیرے سے اٹھی اور اپنے کمرے میں جالیٹی۔ آنسو پلکوں کی باڑ سے رستہ بناتے بہہ نکلے۔ اس کا دل بری طرح سے گھبرانے لگا تو اس نے اٹھ کر وضو کیا اور دو رکعت نفل پڑھنے کے بعد ہاتھ اٹھاکر۔ اللہ سے گڑگڑا کر اپنے دل کے سکون کی دعائیں مانگیں۔ دل کی کیفیت تبدیل ہونے لگی، رفتہ رفتہ قرار آنے لگا، اسوہ نے آنکھیں موندلیں۔

☆☆☆

اسوہ خلاف توقع صبح کافی دیر تک سوتی رہی، حیرت کی بات یہ ہوئی کہ اسے کسی نے اٹھایا بھی نہیں، خود ہی منہ ہاتھ دھوکر وہ بالوں کو سمیٹتی باہر نکل آئی، ہر سو خاموشی سی چھائی ہوئی تھی۔ وہ حیران، پریشان ماں کے کمرے کی جانب بڑھی۔

''اوں ہوں، آپی اندر نہیں جایئے گا۔ ممی کو دوا دے کر لٹایا ہے، ان کی طبیعت ٹھیک نہیں۔'' حسنہ نے دروازے کے ہینڈل پر ہاتھ رکھ کر اسے اندر جانے سے روکا۔

''اچھا مگر رات تو ممی ٹھیک تھیں، اچانک کیا ہوا۔ کوئی بات ہوئی ہے کیا؟'' اسوہ نے حیرانی سے چھوٹی بہن کی روئی، روئی سی صورت دیکھ کر سوال کیا۔

''نہیں، کوئی بات نہیں۔ وہ بس تھک گئی ہیں۔'' حسنہ نے ڈرتے، ڈرتے کہا اور نگاہیں چرالیں۔

''ایک منٹ...... تم ذرا میرے کمرے میں چلو۔'' اسوہ کا

ماتھا ٹھنکا، وہ اسے اپنے کمرے میں کھینچتی ہوئی لے آئی، کمرا لاک کر کے مڑی تو حسنہ کی سسکیاں کانوں میں پڑیں۔

''ک...کیا ہوا؟'' اسوہ نے پریشان ہو کر پوچھا۔

''وہ آپی دراصل وقاص بھائی کی امی نے رشتہ توڑنے کی دھمکی دی ہے۔'' حسنہ نے روتے ہوئے جواب دیا۔ اسوہ ہکا بکا بہن کا منہ تکنے لگی۔

''رشتہ توڑنا چاہ رہی ہیں، وہ کیوں؟'' اسوہ کے منہ سے سرسراتی ہوئی آواز نکلی۔ اس کی کچھ سمجھ میں نہیں آرہا تھا، شادی سے چار دن پہلے ان کی یہ دھمکی بلا جواز تھی۔ وہ بہن کی پیٹھ پر ہاتھ پھیر کر دلاسا دینے لگی تاکہ وہ مزید کچھ بتانے کے قابل ہوسکے۔

''محترمہ فرماتی ہیں کہ ہم لوگ تو ان کے معیار کے نہیں نکلے۔ وہ صرف بڑے گھر کو دیکھ کر دھوکا کھا گئیں۔'' حسنہ نے دانت کچکچا کر بتایا۔

''انہوں نے یہ کیسی بات کردی۔'' اسوہ کو بھی غصہ آنے لگا۔

''اصل میں جب یہاں سے آپ کے جہیز کا سامان گیا تو وہ ان کو پسند نہیں آیا، انہوں نے اس میں سو، سو کیڑے نکالے، اس کے بعد وقاص بھائی کے کپڑے جوتے، شیونگ کٹ وغیرہ جو بھی سامان یہاں سے گیا، اس پر انہوں نے صمد بھائی کو خوب سنائیں، بقول ان کے وقاص تو ڈیزائنر کے سوٹ اور برانڈڈ چیزیں استعمال کرتا ہے۔ ہم نے تو آپ کو پہلے ہی بتادیا تھا مگر آپ نے اس کا صرف ناپ لیا اور باقی اپنی مرضی کے عام سے سوٹ بنوادیے جو ہمارے معیار کے ہرگز نہیں ہیں۔ اس سے تو ہماری خاندان میں ناک کٹ جائے گی انہوں نے اپنی بری میں بھیجی جانے والی ایک، ایک قیمتی چیز کا حوالہ دے کر شوبازی کی...... صمد بھائی تو افسردہ سے سر جھکائے وہاں سے لوٹ آئے۔'' حسنہ نے روتے ہوئے بتایا تو اسوہ کپکپا اٹھی۔ اپنے بڑے بھائی کا کسی کے سامنے بھی جھکا ہوا سر دیکھنا، اس کی برداشت سے باہر تھا۔

''اوہ، اچھا پھر کیا ہوا؟'' ان دونوں کے درمیان، خاموشی کا ایک طویل وقفہ آیا۔ پھر اسوہ نے پوچھا۔

''پھر کیا ہونا تھا، انہوں نے دولھا کے جوڑے، جوتوں کے لیے دو لاکھ کی ڈیمانڈ کی ہے۔'' حسنہ کی دکھی آواز نے اسوہ کا دل چیر دیا۔ وہ جانتی تھی کہ اس کے بابا اور بھائی نے اپنی حیثیت سے بڑھ کر جہیز دیا ہے مگر لالچ کی کوئی حد نہیں ہوتی۔ وقاص کی فیملی کے پاس تو پیسوں کی کوئی کمی نہیں، اس لیے ان سے مقابلے بازی بیکار تھی۔ اب جبکہ ساری جمع پونجی شادی کے اخراجات پر لگ چکی تھی، اس طرح کی فرمائش...... ان لوگوں پر یقیناً جبر ہوگی۔ وہ کافی دیر تک ٹہل، ٹہل کر کچھ سوچتی رہی پھر ایک عزم کے ساتھ کمرے سے باہر نکلی۔

☆☆☆

بڑا ہال جو کل تک شادی بیاہ کے گیتوں سے گونج رہا تھا، لڑکیوں کی ہنسی کی کھنک اور عورتوں کے ہنسی مذاق نے یہاں ایک سماں باندھا ہوا تھا، آج اس کا منظر ہی بدل گیا۔ ہر شے پر ان دیکھی اداسی کا قبضہ تھا۔ اسوہ آگے بڑھی تو اس کے پیروں تلے آکر گلاب اور گیندے کی پتیاں پس گئیں۔

وہ اندر داخل ہوئی۔ اسداللہ اور صمد سب کے بیچ میں سر جھکائے بیٹھے تھے ان کے اردگرد قریبی رشتے دار بیٹھے اظہارِ افسوس کر رہے تھے۔ خاندان کے دو چار بڑوں پر مشتمل ٹیم وقاص کے گھر جانے کو تیار کھڑی تھی تاکہ بگڑی بات بنائی جاسکے، کوئی مالی مدد کی پیش کش کر رہا تھا تاکہ خاندان کی لڑکی عزت سے اپنے گھر کی ہوسکے۔ وہ سب اتنے مصروف تھے کہ کسی نے بھی اسوہ کی آمد کا نوٹس نہیں لیا۔

''ایک منٹ چچا انور اور معیز خالو، آپ کی مدد کا شکریہ مگر میں بابا اور بھائی کو مزید ایسی کسی پریشانی میں نہیں ڈالوں گی۔'' اسوہ کے مضبوط لہجے پر سب ہی چونک اٹھے، وہاں ایک دم خاموشی چھا گئی۔

''اسوہ! یہاں بڑے بات کر رہے ہیں۔ تم اپنے کمرے میں جاؤ...'' تاجور نے صوفے پر لیٹے لیٹے، بیٹی کو ڈانٹ پلائی، سب سے بری حالت انہی کی ہو رہی تھی۔

''ممی، یہاں میری قسمت کا فیصلہ کیا جا رہا ہے، مجھے جانتے بوجھتے ان لالچی لوگوں میں بیاہنے کی تدبیریں کی جارہی ہیں۔ میں کیسے چپ رہوں، آپ لوگ

ایک بات سوچیں، شادی سے پہلے ان کا یہ حال ہے تو نکاح کے بعد جب وہ مضبوط ہوجائیں گے پھر ہمارے ساتھ وہ کیا سلوک کریں گے؟'' اسوہ نے اپنا مقدمہ لڑنا شروع کیا، سب خاموشی سے اسے سننے لگے۔

''اے لڑکی، تم کیا چاہتی ہو۔ ہم سب ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر بیٹھے رہیں۔ وہ لوگ رشتہ ختم کر کے ہمارے خاندان کا تماشا بنادیں؟'' بڑی خالہ نے ناک کھجاتے ہوئے تیز لہجے میں سوال کیا۔

''نہیں، میں تو چاہتی ہوں۔ آپ لوگ خود فون کر کے یہ رشتہ ختم کردیں۔ یوں ان کا طمانچہ ان کے منہ پر جا پڑے گا۔'' اسوہ نے سر سے سرکتا دوپٹا کس کر واپس ٹکایا اور اپنا فیصلہ سنایا۔ اس کی ہمت پر سب کے منہ کھلے کے کھلے رہ گئے۔ فری پھپو نے نگاہوں ہی نگاہوں میں اسے داد پیش کی... انہیں بھی وقاص کے گھر والوں کا چلن ٹھیک نہیں لگ رہا تھا مگر تاجوران میاں، بیوی کی ہمدردی کو بھی شک کی نگاہ سے دیکھتیں۔ اس لیے زبان بند کیے بیٹھی رہیں۔

''اس لڑکی کا تو دماغ خراب ہوگیا ہے۔ ایک داغ لگ جائے گا۔ ہر طرف ہنسی اڑائی جائے گی۔ مرد پر تو کوئی الزام نہیں دھرتا، سارا قصور عورت کا نظر آتا ہے سب کہیں گے آخر شادی ہوتے، ہوتے کیوں رک گئی۔'' تاجور نے ہاتھ نچا کر کہا۔ ان کا بی پی اوپر کی جانب بڑھنے لگا۔

''اچھا میری آخری بات بھی سن لیں۔ پھر آپ لوگوں کا جو فیصلہ ہوگا، میں اس پر سر جھکا دوں گی۔'' وہ دھیرے سے بولی۔

''بیٹی کہو کیا کہنا ہے۔'' اسد اللہ نے اس کے سر پر ہاتھ پھیرا اور اجازت دی۔ وہ دل سے اس سے متفق ہونے لگے تھے۔

اس نے نگاہ اٹھا کر بھائی کو دیکھا، صمد نے بھی سر ہلا کر اجازت دی۔

''ابھی تو میں اپنے گھر پر ہوں۔ کسی کا مجھ پر بس نہیں، اس پر ان لوگوں کا یہ حال ہے۔ شادی کے بعد تو وہ ہر موقع پر اپنے اسٹیٹس کو ہمارے رشتے کے بیچ لائیں گے۔ آپ لوگوں سے ہر چیز میں مقابلہ کیا جائے گا۔ بالفرض ابھی قرضہ لے کر ان کی فرمائش پوری کر بھی دی گئی تو بعد میں کیا ہوگا؟ وہ تو ایسی ہی توقعات باندھ بیٹھیں گے۔ کیا آپ لوگوں میں ساری عمر بے جا فرمائشیں پوری کرنے کا حوصلہ ہے؟'' اسوہ کے چہرے پر سچائی کی چھاپ، اس کا انداز تاجور کے دل میں اترتا چلا گیا۔

''یہ بھی تو سوچو رشتہ ختم ہونے کے بعد دنیا کتنی ہنسی اڑائے گی، چھوٹی بہن پر کیا اثر پڑے گا۔'' تاجور نیم رضامند ہونے لگیں تو ایک اور اندیشے نے سر ابھارا۔

''ممی! آج کے انکار سے میرے دامن پر گندگی کے چند چھینٹے ضرور پڑیں گے مگر ان لوگوں نے جس قسم کی ذہنیت اور سوچ کا مظاہرہ کیا ہے کچھ بعید نہیں یہ بھی تو ہوسکتا ہے کہ کل کسی اور بات پر اختلافِ رائے ہوجائے اور وہ پروانۂ آزادی میرے ہاتھوں میں تھما کر مجھے وہاں سے چلتا کردیں۔ اس کے بعد ساری عمر کے لیے ماتھے پر وہ داغ لگ جائے گا۔ جو کبھی مٹائے نہیں مٹے گا۔'' ایسی بات کہتے ہوئے اسوہ کی آواز گلوگیر ہوگئی۔ وہ رکی نہیں باہر کی طرف بھاگی۔ فری دوپٹے سے آنکھیں مسلتی ہوئی اس کے پیچھے چل دیں۔ تاجور سمیت سب لوگوں نے ان باتوں سے اتفاق کیا۔ اسد اللہ نے مشورے کے بعد فون ملایا اور بڑی ہمت سے لڑکے والوں کو انکار کر دیا۔

☆☆☆

''کھانے کا آرڈر دیا جا چکا ہے، عزیزوں میں دعوت نامے بٹ گئے ہیں، بنکوئٹ ہال بک ہوگیا۔ ایسے میں انکار کر کے میں نے کوئی غلطی تو نہیں کی؟'' اسد اللہ نے سر پر ہاتھ رکھ کر پوچھا۔

''بھائی پریشان نہ ہوں۔ آپ نے کچھ غلط نہیں کیا۔'' فریدہ نے انہیں تسلی دی۔ باقی لوگ جا چکے تھے مگر وہ آج رک گئی تھیں۔

''اب کیا ہوگا، میری سمجھ میں تو کچھ نہیں آرہا۔'' اسد اللہ نے کافی عرصے بعد بہن سے دل کی بات کی۔

''بھائی! اوپر والے پر بھروسا رکھیں۔ سب ٹھیک ہوجائے گا۔'' فریدہ نے بھائی کے ہاتھ پر اپنا ہاتھ رکھا۔

''آہ.......ہاں۔'' تاجور نے آہ بھری اور بھیگی ہوئی نظروں سے اسوہ کے کمرے کی طرف دیکھا، جہاں سرِ شام سے اندھیرا چھایا ہوا تھا۔

''اب میں اور سب لوگوں کو کیا منہ دکھاؤں گا۔ ابھی تو رشتہ ختم ہونے کی بات صرف قریبی لوگوں کو پتا ہے۔'' وہ فکر مندی سے بولے۔

''بھائی، آپ ساری فکروں کو ایک طرف رکھیں اور میری بات سنیں۔ میں آج اپنا دامن پھیلا کر اسوہ کا رشتہ اپنے افق کے لیے مانگنے آئی ہوں۔ شادی اسی تاریخ پر اسی جگہ ہوگی۔ آپ میرے لیے باپ کی جگہ ہیں۔ مجھے ہمیشہ نوازا ہے۔ اس بار بھی ہاں بول کر اسوہ کو میری بہو بنادیں۔'' فری نے بھائی بھاوج کی جانب دیکھ کر عاجزی سے کہا، اسد اللہ تو جیسے جی اٹھے، ان کا دماغ بھانجے کی طرف گیا ہی نہیں تھا۔

''ایک بار افق سے بھی پوچھ لو۔ ابھی اسوہ کا رشتہ ختم ہوا ہے۔ وہ جوان لڑکا ہے اسے کوئی اعتراض نہ ہو۔'' اسد اللہ نے تھوڑی دیر سوچنے کے بعد کہا۔

''بھائی! اللہ کا شکر ادا کریں، جس نے آپ کو اتنی باہمت بیٹی سے نوازا ہے، افق کو اس رشتے پر کوئی اعتراض نہیں۔ آپ سے بات کرنے سے پہلے ہی میری اس سے فون پر طویل بات ہو چکی ہے۔'' فریدہ نے خوشگوار انداز میں بتایا۔ اسد اللہ نے سکون کی سانس لی پھر بیوی کی جانب دیکھا جو خاموشی سے بھائی، بہن کی باتیں سن رہی تھیں۔

''بھابی، مجھے کچھ نہیں چاہیے۔ میں نقلی پتھر کی لالچ میں اصلی ہیرے کو گنوانے کی غلطی کبھی نہیں کروں گی۔ یہ بھی نہیں سمجھیے گا کہ کوئی ترس کھا کر دامن پھیلا رہی ہوں۔ میری شروع سے ہی یہ خواہش رہی کہ اسوہ، افق کی دلہن بنے۔ اب تو آپ لوگوں کی ہاں کا انتظار ہے۔'' فری نے بھائی بھاوج کے گرد بازو پھیلا کر نرمی سے کہا۔ حسنہ جو تھوڑی دیر قبل چائے لے کر آئی تھی، اس کے پیر خوشی کے مارے وہیں جم گئے۔

''چلو ٹھیک ہے، ہمیں کوئی اعتراض نہیں۔'' تاجور نے وقت کی نزاکت کو سمجھتے ہوئے آگے بڑھ کر نند کو گلے لگالیا۔ وہ دنیا کی حقیقت جان چکی تھیں، ایک بار پھر خالص رشتوں سے منہ موڑنے کی غلطی کیسے کرتیں۔

''افق بھائی کہاں ہیں، انہیں تو بلالیتیں۔'' حسنہ نے محبت سے پوچھا۔

''وہ ابھی یہاں پہنچنے والا ہوگا۔ میرے بچے کی شادی اتنی اچانک ہو رہی ہے تو کیا ہوا؟ اس کے بھی تو ارمان ہیں۔ ہم لوگ اسوہ کے لیے خریداری کرنے ابھی جارہے ہیں۔ تم بھی ساتھ چلو۔'' فری نے پیش کش کی تو حسنہ نے سر ہلا کر حامی بھر لی۔

''سب کچھ اتنی جلدی ہو رہا ہے۔ تم تیاری کر لو گی؟'' تاجور نے حیرت سے پوچھا۔

''شکر ہے۔ زیور تو تیار رکھے ہیں۔ بس فی الحال عروسی لباس اور دوسرے لوازمات خریدنا ہیں۔ باقی شاپنگ اسوہ شادی کے بعد خود کرلے گی۔'' فری نے بتایا تو تاجور نے بھی دلچسپی لینا شروع کردی۔

''اچھا کیا جو افق کی دلہن کے لیے زیور پہلے ہی بنوا کر رکھ دیے۔'' تاجور نے ریلیکس ہو کر پاؤں پھیلائے۔ اسد اللہ، مطمئن ہونے کے بعد دوسرے کام نمٹانے چل دیے۔

''نہیں بھابی، امی کے دیے ہوئے زیورات میں نے اپنی اکلوتی بہو کے لیے ہی تو رکھ چھوڑے تھے۔ اب وہ ہی کام آئیں گے۔'' فری نے مسکرا کر بتایا۔

تاجور کے چہرے کا رنگ لمحے بھر کو پھیکا پڑا، اس کے بعد وہ مسکرادیں۔ دل میں بڑی میٹھی سی لہر اٹھی تھی۔

''پھپھو، میں دو منٹ میں آئی۔'' حسنہ، پیٹ پکڑ کر بڑی بہن کے کمرے کی جانب دوڑی، اتنی بڑی خوش خبری اس سے اکیلے ہضم نہیں ہو رہی تھی۔

''آخر ہماری محبت کی جیت ہوگئی ناں۔'' ماموں کے گھر کے آگے گاڑی کھڑی کرنے کے بعد افق نے ایک طویل انگڑائی لے کر سوچا۔ قسمت نے اس کی ''وقعت'' سب پر ظاہر کردی تھی۔ وہ مکمل ہو گیا تھا۔ محبت پالینے کی خوشی اس کے چہرے سے عیاں تھی۔